AL-ILM Journal

Volume 5, Issue 1

ISSN (Print): 2618-1134
ISSN (Electronic): 2618-1142

Issue: https://www.gcwus.edu.pk/al-ilm/
URL: https://www.gcwus.edu.pk/al-ilm/

Title Urdu Seerat Nigari Main Moojzat ky Kalaami Mubahis ka Mutalya

Author (s): Shumaila Ishaaq
Dr. Shah Mueen ud din Hashmi

Received on: 02 November, 2020
Accepted on: 15 Ferbruary, 2021

Published on: 18 March, 2021
Citation: English Names of Authors, " Urdu Seerat Nigari Main Moojzat ky Kalaami Mubahis ka Mutalya", AL-ILM 5 no 1 (2021):91-111

Publisher: Institute of Arabic & Islamic Studies, Govt. College Women University, Sialkot

اردو سیرت نگاری میں معجزات کے کلامی مباحث کا مطالعہ

شائلہ اسحق*

ڈاکٹر شاہ معین الدین ہاشمی**

ABSTRACT

Miracle or Mojza, is a principal element of discussion regarding Prophethood. Almost all major Prophets of Allah Almighty Came with miracles. Dalail ul Nabuwat Have been a permanent branch of sirah studies since very first centuries of Islamic knowledge's evolution. Hundreds of Sirah and philosophical books state miracles of Prophet (SAW) or include its philosophical discussions. Urdu sirah literature is a very rich source of authentic Islamic discourse. A number of prominent writers, included valuable Prophethood related "Kalami discussions" in their books. This article precisely elaborates reasoning and logical findings of miracles in Urdu Sirah books.

Key Words: Miracle, Prophethood, Urdu, Sirah Studies, Discussion

تعارف: نبوت کی خصوصیات میں معجزات کو اہم مقام حاصل ہے۔ اردو کی اکثر کتب سیرت میں صرف معجزات رسول اللہ ﷺ کے بیان پر اکتفا کیا گیا ہے، تاہم انیسویں اور بیسویں صدی کے جن نامور سیرت نگاروں نے معجزات کے کلامی مباحث کو خاص اہتمام سے موضوع بحث بنایا ہے۔ان میں علامہ شبلی نعمانی، سید سلیمان ندوی، مولانا ادریس کاندھلوی، قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری اور پیر کرم شاہ الازہری شامل ہیں۔ سید سلیمان ندوی نے "سیرۃ النبیؐ" کی ابتداء میں نفسِ معجزہ کی حقیقت، قرآن مجید، فلسفہ قدیم وجدید اور علم کی روشنی میں معجزہ کے امکانِ وقوع پر بڑی سیر حاصل بحث کی ہے۔ پھر قرآن مجید کی آیات بینات نیز مستند احادیث کی روشنی میں معجزات کا عام بیان اور معجزات کی نامعتبر روایات پر تنقید بھی اس موضوع کا حصہ ہے۔ اس کے علاوہ علامہ شبلی کی علم الکلام اور الکلام میں ان موضوعات پر بحث شامل ہے۔ علامہ ادریس کاندھلوی نے اپنی کتب "سیرۃ المصطفیٰ ﷺ" اور "الکلام" میں معجزات پر تفصیلی کلام کیا ہے۔

اس مضمون میں ان کتب اور بنیادی مصادر کی روشنی میں معجزات کے اہم کلامی مباحث کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے۔

*پی ایچ ڈی سکالر، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

**چیئرمین شعبہ سیرت سٹڈیز، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

سابقہ تحقیقی مواد کا جائزہ

برصغیر میں انیسویں صدی میں انگریزی استعمار اور مستشرقین کی کتب کے مطالعہ سے جدید تعلیم یافتہ طبقہ خاصا متاثر ہوا۔ سیرت نگاران نے ان مستشرقین کے اعتراضات کے رد عمل میں اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ کی قلبی تشفی کے لئے عقلی دلائل پر مبنی مواد مہیا کیا۔ بیسویں صدی کے نصف اول میں قاضی محمد سلیمان منصور پوری ،علامہ شبلی نعمانی، سید سلیمان ندوی اور نصف آخر میں مولانا محمد ادریس کاندھلوی اور پیر محمد کرم شاہ الازہری نے سیرت نبوی پر ضخیم کتابیں تحریر کر کے دشمنان اسلام کے عقائد باطلہ کی مدللانہ تردید کی۔ سیرت کے انہی کلامی مباحث پر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے کلیہ عربی و علوم اسلامیہ کی زیر سرپرستی ایک تحقیقی مقالہ "سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اصح السیر، مولانا شبلی نعمانی و سید سلیمان ندوی، مولانا عبدالروف دانا پوری کے کلامی مباحث کا تحقیقی مطالعہ" کے عنوان سے ایم فل لیول پر ہو چکا ہے جو کہ ایک تعارفی نوعیت کا کام ہے۔ عشرت مہناز نے مقالہ برائے ایم اے "فلاسفہ و متکلمین کا نظریہ نبوت" اور سلمیٰ محمود نے مقالہ برائے پی ایچ ڈی "متکلمین کا تصور نبوت اور اس کے اثرات" پر اپنی تحقیقات ادارہ علوم اسلامیہ جامعہ پنجاب میں پیش کیں۔ ایم فل لیول پر ایک مقالہ "سیرت مصطفیٰ (از مولانا محمد ادریس کاندھلوی) اور ضیاء النبی (از پیر کرم شاہ الازہری) کے کلامی مباحث کا تحقیقی و تقابلی مطالعہ" کے موضوع پر مبشر حسن نے پیش کیا لیکن ان تمام تحقیقات میں سیرت کے کلامی مباحث کا عمومی اور تعارفی حد تک جائزہ لیا گیا ہے۔ زیر نظر تحقیقی مقالہ میں سیرت رسول کے ایک اہم موضوع "معجزات" کو اردو سیرت کی اہم کتب کی روشنی میں عقلی اور نصی دلائل سے واضح کیا گیا ہے نیز معجزہ کے کلامی مبحث کے مقام و مرتبہ کو نبوت کے دیگر مباحث کے تناظر میں بیان کیا گیا ہے۔

معجزہ کا لغوی مفہوم

لفظ معجزہ کا مادہ اشتقاق عجز، یعجز، عجزا ہے جس کے معنی کسی چیز پر قادر نہ ہونا، کسی کام کی طاقت نہ رکھنا یا کسی امر سے عاجز آجانا وغیرہ ہیں، محاورہ عرب میں کہتے ہیں: وعجز فلان عن العمل، (فلاں آدمی وہ کام کرنے سے عاجز آگیا) أی کبر وصار لا یستطیعه فهو عاجز.''[1] اس کام کا بجالانا مشکل بھی ہے اور وہ اس کام کو کرنے کی استعداد بھی نہیں رکھتا۔ باب افعال سے اَعجَزَ، یُعجِزُ، اعجازاً بمعنی کسی کو عاجز کر دینا، کام کرنے کی قدرت و طاقت سلب کر لینا ہے، لفظ عجز کی ضد قدرت ہے۔ المفردات میں امام راغب اصفہانی معجزے کا مفہوم بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

والعجز أصله التأخر عن الشيء وحصوله عند عجز الأمر، أي: مؤخره --- وصار في التعارف اسما للقصور عن فعل الشيء، وهو ضد القدرة[2]

"عجز کے اصلی معنی کسی چیز سے پیچھے رہ جانے یا اس کے ایسے وقت میں حاصل ہونے کے ہیں جبکہ اس کا وقت نکل چکا ہو۔۔۔عام طور پر یہ لفظ کسی کام کے کرنے سے قاصر رہ جانے پر بولا جاتا ہے اور یہ "قدرت" کی ضد ہے"

معجزہ کا اصطلاحی مفہوم:

اصطلاح میں اس سے مراد نبی یا رسول کا وہ فعل جو اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی نصرت و تائید کے لیے اس کے ہاتھ پر ظاہر کرتا ہے اور یہ ایسا خرق عادت ہوتا ہے جس کی مثل پیش کرنے سے لوگ قاصر ہوتے ہیں۔

قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

أعلم أن معنى تسميتنا ما جاءت به الأنبياء معجزة هو أن الخلق عجز واعن الاثبات بمثلها[3] "یہ بات بخوبی جان لینی چاہیے کہ جو کچھ انبیاء علیہم السلام اپنے ساتھ لے کر آتے ہیں اسے ہم نے معجزے کا نام اس لیے دیا ہے کہ مخلوق اس کی مثل لانے سے عاجز ہوتی ہے"

مولانا محمد ادریس کاندھلوی معجزہ کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں:

"لفظ معجزہ اعجاز سے مشتق ہے جس کے معانی عاجز کر دینے کے ہیں یعنی جو فعل نبی کے ہاتھ پر ایسا ظاہر ہو کہ قدرت بشری اس کام کے کرنے سے عاجز ہو۔ جس کے دیکھتے ہی لوگ سمجھ جائیں کہ یہ کام قدرت خداوندی کا کرشمہ ہے، بشری اور انسانی قدرت سے کہیں بالاتر اور برتر ہے کیونکہ جو کام قدرت بشری سے خارج ہو گا لا محالہ وہ خدا تعالیٰ ہی کا کام ہو گا، فعل خداوندی اور فعل انسانی میں امتیاز کرنے کا یہی طریقہ ہے" [4]

پیر کرم شاہ الازہری نے معجزہ کی اس تعریف میں ایک شرط کا اضافہ کیا ہے کہ معجزہ دکھانے والا منکرین کو معارضہ کی دعوت دے لیکن منکرین اس معارضہ کو قبول نہ کر سکیں اور نہ ہی اس کا جواب پیش کر سکیں۔ وہ ضیاء النبی میں لکھتے ہیں: "معجزہ اس امر کو کہتے جو عادت کے خلاف وقوع پذیر ہو اور معجزہ دکھانے والا منکرین کو اس معجزہ کے ذریعے چیلنج کرے کہ اگر تم مجھے اللہ کا سچا رسول نہیں سمجھتے تو میرے چیلنج کو قبول کرو"[5]

قرآن وحدیث میں معجزہ کے متبادلات

انبیاء کرام سے مافوق العادت کیفیات اور اعمال کے صدور کو حکماء اور متکلمین کی اصطلاح میں معجزات کہا جاتا ہے لیکن سید سلیمان ندوی اور دیگر سیرت نگاران ان خارق عادت واقعات کے لیے لفظ "معجزہ" کو موزوں خیال

نہیں کرتے کیونکہ معجزہ کا مفہوم محدود ہے علاوہ ازیں معجزہ کے متعلق عوام کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہو گیا ہے کہ یہ نبی کا فعل ہے اس لیے معجزہ کا لفظ قطعی مناسب نہیں۔ قرآن میں مستعمل الفاظ "آیت" (نشانی) اور "برہان" (دلیل) وسیع المعنی ہیں۔ کتب حدیث میں اس کے لیے "دلائل" اور "علامات" کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں جو قرآنی الفاظ کے ہم معنی ہیں۔ قرآنی الفاظ یا محدثین کے استعمال کردہ الفاظ سے یہ مافوق العادات اعمال نبی کی نبوت کے دلائل اور براہین معلوم ہوتے ہیں اور اس میں نبوت کے تمام خواص و کیفیات، مشاہدات اور اعمال خارقہ و غیر خارقہ سب جمع ہو جاتے ہیں[6]۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری نے بھی لفظ "آیت" کو اختیار کیا ہے کہ اس کا استعمال قرآن کے علاوہ انجیل و تورات میں بھی ہوا ہے[7] قرآن کی متعدد آیات لفظ "آیت" پر شاہد ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے رات اور دن کو آیت بتلایا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَمِنْ آيَاتِهِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ [8]

"اور اس کی نشانیوں میں سے ہیں رات اور دن"

انسانوں کی مٹی سے تخلیق بھی "آیت" ہے:

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَكُم مِّن تُرَابٍ [9]

"اللہ کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہیں مٹی سے بنایا"

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ وَاخْتِلاَفِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنزَلَ اللّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِن مَّاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الأرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِن كُلِّ دَآبَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخِّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالأَرْضِ لآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ [10]

"بے شک آسمانوں کی اور زمیں کی پیدائش اور رات دن کے الٹ پھیر اور ان کشتیوں میں جو دریا کے اندر انسانوں کو فائدہ پہنچانے والے سامان لے کر چلتی ہیں اور اللہ آسمان سے جو پانی برساتا ہے جس سے وہ زمین کو مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے اور زمین میں چوپائے اس نے پھیلا رکھے ہیں اور ہواؤں کو مختلف سمتوں میں چلانے میں اور ان بادلوں میں جو آسمان و زمین کے بیچ مسخر ہیں عقل والوں کے لیے نشانیاں بناتا ہے"

قدرت الٰہیہ کی ہر شے آیت ہے لیکن جب عوام کے اذہان وافہام ان کو آیات سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں تو وہ انبیاء علیہم السلام سے ان نشانیوں کا مطالبہ کرتے ہیں جو شاذونادر وقوع پذیر ہوں یعنی ان کا ظہور اکثر وبیشتر نہ ہو۔ وہ کسی شے میں دفعتاً تغیر و تبدیلی کے معجزہ کے متمنی ہوتے ہیں۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں پر اسرار کائنات کا انکشاف کر دیتا ہے۔۔۔ اور جب اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہوتا ہے کہ کسی مقدس ہستی کا برگزیدہ بارگاہ ربانی ہونا عوام پر بھی ثابت کر دے تب اسی طاقت و قدرت کو انبیاء اللہ کے توسط سے ظاہر فرماتا رہتا ہے۔ اسی کو آیات الٰہی کہتے ہیں اور اسی کو معجزات"[11]

معجزات کی بحث کا مبداء تخلیق اور وجود کی بحث سے تعلق

معجزات کی بحث دراصل تخلیق کائنات اور اس کائنات میں جو کچھ موجود اور نظر آتا ہے، اس کی حقیقت اور اس کے مظاہر کے تصورات سے الگ کر کے نہیں دیکھی جا سکتی۔ اگر تصور یہ ہو کہ اس کائنات کا ایک بنانے اور چلانے والا ہے، تو معجزات اور خوارق عادت کو ایک اور طریقے سے دیکھا جاتا ہے اور اگر یہ تصور موجود ہو کہ یہ کائنات خود بخود وجود میں آئی ہے، تو معجزات کو دیکھنے کا تصور اور ہوتا ہے، اگر یہ تصور ہو کہ یہ کائنات مادہ سے وجود میں آئی ہے اور مادہ کے قوانین کے تحت ہی چل رہی ہے ، جن سے انحراف ممکن نہیں اور وہ قوانین خود بخود وجود میں آئے ہیں تو معجزات کو دیکھنے کا تصور مختلف ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر یہ تصور ہو کہ اس کائنات کا ایک مبدا ہے جس نے اسے تخلیق کیا ہے، لیکن اس کے بعد یہ خود بخود چل پڑی ہے اور اس کے خالق کا اس پر اختیار نہیں ہے، تو بھی معجزات کے متعلق ایک مختلف تصور پیدا ہوتا ہے۔ ہم ان تمام تصورات پر تفصیلی گفتگو کی بجائے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے معجزات کے مباحث کی طرف مراجعت کریں گے۔ فلاسفہ اور حکماء کے دراصل دو گروہ ہیں، ایک گروہ وحدیہ اور دوسرا ثنویہ۔ وحدیہ سے مراد وہ حکماء ہیں، جو ایک ہی عالم کے قائل ہیں، یعنی ان کے نزدیک مبدا عالم صرف ایک ہی ہے۔ اس میں مزید دو ذیلی فرقے ہیں: ایک وہ جو مبدا عالم صرف مادہ کو مانتے ہیں اور مادہ کے علاوہ کسی چیز کو تسلیم نہیں کرتے ، یہاں تک کہ عقل، حیات اور قوت ذھنیہ کو بھی مادہ کے ہی مختلف اوصاف اور شکلیں تصور کرتے ہیں، انہیں مادیین کہا جاتا ہے، دوسرا فرقہ مادہ کے وجود سے انکاری ہے اور وہ صرف نفس اور روح کو تسلیم کرتا ہے اور اس عالم محسوس کو تصور سے زیادہ اہمیت نہیں دیتا، ان کے نزدیک یہ عالم اور اس عالم میں جو کچھ ہے، وہ نفس اور روح کے مظاہر ہیں، ان کو روحانین کہا جاتا ہے۔ دوسرا گروہ ثنویہ کا گروہ ہے، جو دو مبدا عالم تسلیم کرتے ہیں، یعنی مادہ و روح اور عالم کو ان دونوں کی جلوہ گاہ مانتے ہیں۔ اہل معرفت نے عالم مادہ اور عالم ارواح کے علاوہ ایک تیسرے عالم برزخ کے وجود کو تسلیم کیا ہے ، جس میں عالم مادہ اور عالم ارواح، دونوں کے اوصاف اور قوانین مجتمع ہوتے ہیں۔ یہ تصور امام غزالی کی تحریروں اور امام ربانی شیخ احمد سرہندی کے مکتوبات میں مختصر طور پر ملتا ہے البتہ شاہ ولی اللہ کی تحریروں میں یہ ایک با قاعدہ نظام کی صورت میں سامنے آیا ہے۔

معجزات کی بحث کا تخلیق کائنات اور کائنات کی حقیقت کی بحثوں سے تعلق اور اس ضمن میں فلاسفہ کے مختلف گروہوں کے نظریات کے پیش نظر مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ معجزات کی بحث نظری طور پر ایک تصوراتی اور منطقی بحث ہے، جس کا ثبوت پیش کرنے کی بنیاد اس بات پر ہے کہ اگر آپ ایک باارادہ خالق کا تصور رکھتے ہیں، لا محالہ آپ کو خوارق عادت واقعات کو تسلیم کرنا پڑے گا اور اگر آپ کے نزدیک ایک خالق کائنات اور خدا کا تصور نہیں ہے، تو اس کے دلائل اور نتائج مختلف ہوں گے اور آپ کے لیے پھر یہ ضروری نہیں کہ خارق عادت کے وجود کو تسلیم کریں۔ یعنی دو بڑے گروھوں کے اعتبار سے دلائل اور نتائج مختلف ھیں: ایک گروہ وہ ھے جو خدا کا قائل ھے اور دوسرا وہ جو خدا کا منکر ھے۔ مولانا عبد الباری ندوی لکھتے ہیں کہ معجزہ سے عالم غیب پر یقین رکھنے والے کے دل میں یہ یقین پیدا ہوتا ہے کہ صاحب معجزہ کا عالم غیب سے خاص تعلق ہے، لیکن جو غیبیات پر یقین نہیں رکھتا، اسے کوئی فائدہ نہیں ہوتا[12]۔ سید سلیمان ندوی نے بھی کہا ہے کہ اشاعرہ کا اثبات مدعا کا طریقہ درست نہیں کہ جس میں معجزہ کو اثبات نبوت اور نبوت کو قادر مطلق کے وجود کے ثبوت کے طور پر پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے بلکہ صحیح طریقہ یہ ہے کہ پہلے وجود باری کا ثبوت ہو گا اور پھر معجزہ خود ہی ثابت ہو جائے گا[13]۔ وہ کہتے ہیں کہ جو لوگ مادہ پرستوں کے سامنے خرق عادت کو ثابت کرنا چاہتے ہیں وہ بے سود کوشش کر رہے ہیں، کیونکہ اگر وہ خرق عادت کو مان بھی لیں اور خدا کے وجود سے منکر رہیں تو کچھ حاصل نہیں۔

معجزات کے کلامي مباحث

مسلمانوں میں عقائد کے متعلق عقلی اور فلسفیانہ مباحث یونانی علوم کے تراجم ہونے کے بعد پھیلے اور ایک وقت میں نبوت، خواص نبوت، وحی، الہام، دلائل اور معجزات کے متعلق مباحث کو علوم اسلامیہ میں بہت زیادہ اہمیت حاصل ہو گئی. مسلمانوں میں پہلا فلسفی یعقوب کندی ہے، اس کے بعد فارابی کا زمانہ ہے، جس نے مختلف مسائل کے متعلق اپنے خاص نظریات قائم کیے۔ مابعد کے تمام فلسفیوں کے نظریات جو ابن سینا، ابن مسکویہ، امام غزالی، امام رازی اور مولانا روم کے یہاں پائے جاتے ہیں، دراصل فارابی کے مسائل کی ہی بازگشت ہے۔ مسلمان فلسفیوں کے نزدیک ایک نبی میں تین باتیں جمع ہوتی ہیں: اول یہ کہ انہیں غیب پر اطلاع ہو، دوم یہ کہ وہ ملائکہ سے ہم کلام ہوں اور سوم یہ کہ ان کے ہاتھ سے خوارق عادت ظاہر ہوں۔ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں کہ غیب پر اطلاع اور ملائکہ کی رویت کو وحی اور مشاہدہ کے تحت، جبکہ خوارق کو معجزات کے تحت بیان کیا جاتا ہے [14]۔ جبکہ عملاً کتب معجزات میں بہت سے ایسے واقعات درج ہوتے ہیں، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا دیگر انبیائے کرام کی غیب کے متعلق خبروں پر مشتمل ہوتے ہیں تو ایسی صورت میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ معجزات

بھی دراصل کسی خارق عادت واقعہ کا ظہور یا غیب کے ایسے امور پر اطلاع سے عبارت ہے، جس پر اللہ کے اذن سے نبی علیہ السلام کے سوا کسی اور کو قدرت حاصل ہونا ناممکن ہو۔

معجزہ: خرق عادت یا سلسلہ علل و معلول

نبوت ایک دعویٰ ہے جو نبی علیہ السلام عوام الناس کے سامنے کرتا ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے آیا ہے، جو وہ کہتا ہے سراسر حق ہے اور اسے تائید الٰہی حاصل ہے۔ اس عظیم دعویٰ کی تصدیق کے لیے انبیاء کو وہ عجیب چیزیں دی جاتی ہیں کہ دنیا کی تمام مخلوق اس کے کرنے سے عاجز ہوتی ہے۔ وہ چیزیں نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتی ہیں۔ گویا معجزہ اسی کو کہتے ہیں کہ خرق عادت کے طور پر وہ باتیں دکھلانا کہ دنیا اس کی مثال پیش کرنے اور ان جیسا کام کرنے سے قاصر رہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہوتی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے اور خدا نے اس کے ہاتھ پر وہ قوتیں ظاہر کی ہیں کہ جن قوتوں کے ہوتے ہوئے یہ کہا جائے کہ یہ فرستادۂ خداوندی ہے اور یہ چیزیں بطور سند پیش کی جا رہی ہیں۔

معجزات کے منکرین مادیین ہیں جو مادہ ہی کو سب کچھ جانتے ہیں اور علل و معلول کے سلسلہ میں الجھے رہتے ہیں۔ اور یقین رکھتے ہیں کہ دنیا میں کوئی چیز کسی سبب کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتی۔ یہ بات درست ہے کہ تمام اشیاء باہم مربوط ہیں۔ ہر شے کی ایک علت اور ہر حادثہ کا ایک سبب ہے۔ علت اور سبب کے بغیر کوئی چیز پیدا نہیں ہو سکتی۔ علت و معلول کا یہ سلسلہ جو اشیاء میں نظر آتا ہے ان میں باہم اس قدر لزوم ہے کہ وہ ایک دوسرے سے منفک نہیں ہو سکتے۔ مزید ان کا دعویٰ یہ ہے کہ کائنات کے بے عدیل ارتباط و موزونیت کا حامل نظام اس امر کا شاہد ہے کہ یہ نظام قوانین فطرت کے مطابق عمل پیرا ہے اوران قوانین میں تغیر و تبدل ممکن نہیں ورنہ کائنات کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا، اس لیے عقل معجزات کو تسلیم نہیں کرتی۔ دراصل ایسا دعویٰ کرنے والے سلسلہ علل و معلول اور اسباب و مسببات کے گورکھ دھندے میں الجھ کر حق تعالیٰ کا یا تو مطلق انکار کرتے ہیں یا پھر اس کے قادر اور ذی ارادہ ہونے میں شک و شبہ کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ درست ہے کہ حق تعالیٰ نے اس عالم کو عالم اسباب بنایا اور مسببات کو اسباب کے ساتھ مربوط کیا اور یہ بھی درست ہے کہ اس عالم میں جو بھی ظاہر ہوتا ہے وہ اسباب و علل کے توسط سے ظاہر ہوتا ہے، لیکن وہ ہستی حکیم ہونے کے ساتھ قادر مطلق بھی ہے۔ وہ اپنی مخلوق کو یہ بھی بتاتا ہے کہ اسباب و علل اپنی ذات میں مؤثر نہیں بلکہ مؤثر حقیقی حق تعالیٰ کی قدرت و ارادہ ہے۔ اور یہ اسباب و وسائط اس کی مخلوق ہیں، لہٰذا ان کا رفع بھی اس کی قدرت میں ہے[15] اور اگر بالفرض والتقدیر اسباب و علل کی تاثیر خدا تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ پر موقوف نہ ہو بلکہ اسباب و علل اپنی تاثیر میں مستقل ہوں تو خدا تعالیٰ کی بجائے اسباب و علل کا خالق ہونا لازم آتا ہے۔ کیونکہ جو شے مستقل بالتاثیر ہو وہی خالق ہے۔

نیز اسباب و علل کو مستقل بالتاثیر ماننے کے بعد خدا تعالیٰ کو مستقل بالتاثیر ماننا ممکن ہے اور یہ دونوں امور قطعاً محال ہیں۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی لکھتے ہیں:

"عالم اسباب میں اس کی سنت یہ ہے کہ اشیاء کا ظہور اسباب کے توسط سے ہوتا ہے لیکن کبھی کبھی اپنے خاص بندوں کے اعزاز اور اکرام، تائید اور تصدیق کے لیے اپنی عادت اور سنت کے خلاف ایسے خوارق اور عجیب و غریب امور ظاہر کرتا ہے کہ وہ خوارق ایک طرف تو اس کی قدرت قدیمہ کی دلیل بنیں اور دوسری طرف اس کے انبیاء و مرسلین کی نبوت و رسالت کی برہان مبین بنیں"[16]

اس حقیقت کو ایک دوسرے پہلو سے بھی دیکھا جا سکتا ہے وہ یہ کہ اسباب و علل کا علم تجربہ سے ہوتا ہے۔ جن چیزوں کا بار بار مشاہدہ کیا جاتا ہے ان میں تلازم کا تصور پیدا ہوتا ہے جیسا کہ آگ کے پاس جانے سے گرمی کا احساس ہوا۔ فقط ایک بار مشاہدہ سے یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ گرمی آگ کا جزو لاینفک ہے برف کو چھونے سے ٹھنڈک محسوس ہوتی ہے۔ مکرر مشاہدہ سے ہی اس تلازم کو سمجھا جا سکتا ہے کہ جو خرق عادات رونما ہوئے ہیں وہ بھی علل و اسباب کا نتیجہ ہو اور ہمارے مشاہدے میں اس سے قبل نہ آئے ہوں، عین ممکن ہے کہ تحقیقات انسانی کا دائرہ مستقبل میں اس قدر وسیع ہو جائے کہ ان علل واسباب کا ادراک ہو سکے۔ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

"فلسفہ یونان پڑھ کر ہم یقین کرتے تھے کہ زمین ساکن اور آفتاب متحرک ہے اب روز روشن کی طرح یہ ثابت کیا جا رہا ہے کہ آفتاب ساکن اور زمین متحرک ہے اس لیے اگر کسی پیغمبر کی زبان سے اس وقت یہ خیال ادا ہوتا کہ زمین متحرک اور آفتاب ساکن ہے تو حکمت قدیمہ کی درس گاہوں میں یہ خیال شاید جاہلانہ اور مضحکہ انگیز سمجھا جاتا پھر حکمت جدیدہ کے دانایان روز گار کو آج مذہب کی جو چیز مضحکہ انگیز نظر آتی ہیں کیا معلوم کہ کل خود ان کی تحقیقات "حکمت مستقبلہ" کے مدرسہ میں قابل مضحکہ نہ ٹھہرے گی"[17]

قرآن مجید بھی ان اسباب و علل، مصالح و حکم اور طبائع و خواص کے وجود کو تسلیم کرتا ہے۔ قرآن کی تعلیم یہ ہے کہ اشیاء اسباب و علل سے پیدا ہوتی ہیں اور ان میں طبائع و خواص ہیں لیکن یہ اسباب و علل اور طبائع و خواص خود خلاق عالم کے پیدا اور مقرر کردہ ہیں۔ لیکن وہ ان کا اس درجہ پابند نہیں کہ وہ ان میں تغیر نہ کر سکتا ہو۔ لم اور کیف کی علت اس کے لیے نہیں وہ بس کن فرماتا ہے اور ہو جاتا ہے۔ حضرت مریمؑ کو جب عیسیٰؑ کی خوشخبری دی گئی تو انہوں نے بھی ظاہری علت و سبب کے نہ ہونے پر حیرت ظاہر کی تو فرشتہ نے اللہ تعالیٰ کی مشیت و ارادہ کا اظہار ان الفاظ میں کیا:

كَذَٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَلِنَجْعَلَهُ آيَةً لِلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِنَّا[18]

"یوں ہی ہے، تیرے رب نے کہاوہ مجھ پر آسان ہے اور ہم اس کو لوگوں کے لیے نشانی بنانا چاہتے ہیں اور اپنی طرف سے رحمت"

معلوم ہوا کہ معجزہ کی علت اور سبب براہ راست اس کا ارادہ اور مشیت ہے کبھی یہ مشیت اور ارادہ عادات جاریہ اور ظاہری علل واسباب کے پردہ میں ظاہر ہوتی ہے مثلاً قوم نوح کے لیے طوفان آنا، قوم ہود کے لیے آتش فشاں پھٹنا یا زلزلہ آنا، قوم صالح کے لیے آندھی آنا، غزوہ خندق میں آندھی چلنا وغیرہ یہ تمام نشانیاں ظاہری اسباب اور عادات جاریہ کے خلاف نہیں لیکن ان اسباب کے ظاہر ہونے کا اصل سبب حق کی فتح اور باطل کی شکست ہے جو بلاشبہ معجزہ ہے۔ اور کبھی یہ مشیت وارادہ اسباب ظاہری کے پردہ کو ہٹا کر سامنے آتی ہے مثلاً عصا کا سانپ بن جانا، انگلیوں سے چشمہ کا جاری ہونا، چاند کا دو ٹکڑے ہونا،، مٹھی بھر کھانے سے پورے لشکر کا سیر ہو جانا، یہ واقعات عادات جاریہ کے خلاف ہیں لیکن قدرت خداوندی کی مشیت اور ارادہ سے رونما ہوتے ہیں۔

معجزہ اور سحر میں فرق

جب یہ دعوی کیا جائے کہ معجزہ میں اصلی بحث امکان اور عدم امکان کی نہیں بلکہ معتبر شہادت کی موجودگی کی ہے، تو یہ بحث بھی اپنی جگہ پر ضروری محسوس ہوتی ہے کہ معتبر شہادت بہت سے خارق عادت واقعات کو ایسے افراد سے منسوب کرتی ہیں، جنہیں نہ تو نبوت ملی اور نہ ہی انہوں نے نبوت کا دعوی کیا، ان میں ایک چیز تو سحر، جادو اور مسمریزم ہے اور اس کے علاوہ اولیاء کی کرامات ہیں۔ جہاں تک اولیاء کی کرامات کا تعلق ہے تو وہ بذات خود کسی نبی کے تابع ہوتے ہیں اور کبھی یہ دعوی نہیں کرتے کہ ان کی کرامتیں معجزہ کا درجہ رکھتی ہے۔ تاہم جادوگر کا معاملہ اس سے مختلف ہے، جادوگر کا مقصد محض شعبدہ بازی دکھانا اور اہمیت حاصل کرنا اور کوئی دنیاوی فائدہ حاصل کرنا اور لوگوں کو دھوکا دینا ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں اس کے کسی خارق عادت فعل اور واقعہ سے یہ سمجھنا مشکل ہو جاتا ہے کہ یہ جادو ہے یا معجزہ، کیونکہ نفس واقعہ میں دونوں چیزیں ایک ہی طرح سے خارق عادت ہوتے ہیں۔ جادوگر کی جادوگری کے واقعات جب تواتر کا درجہ اختیار کر لیتے ہیں، تو وہ یقینا ایک معتبر شہادت تصور کئے جاتے ہیں، ایسی صورت میں یہ مسئلہ بہت اہم ہے کہ سحر اور معجزہ میں فرق کیسے کیا جائے۔ معتزلہ اور ارباب ظواہر کا دعوی ہے کہ سحر، طلسم اور شعبدہ وغیرہ صرف فریب نظر ہیں، ان کی کوئی حقیقت نہیں لیکن معجزہ سے حقیقتا چیزوں کی خاصیت تبدیل ہو جاتی ہے۔ اشاعرہ کے خیال میں معجزہ سے جو عظیم الشان عجائبات وقوع پذیر ہوتے ہیں، وہ جادو کے زور سے نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح حکمائے اسلام کے نزدیک معجزہ اور جادو میں فرق یہ ہے کہ صاحب معجزہ اپنی قوت کو خیر میں صرف کرتا ہے اور ساحر اس کو شر میں لگاتا ہے۔ لیکن

حقیقت یہ ہے کہ ان جوابات سے مشکل حل نہیں ہوتی۔ بظاہر دونوں واقعات خارق عادت ہیں اور اس سے یہ دھوکہ ہو سکتا ہے کہ اسے معجزہ سمجھا جائے یا اسے جادو سمجھا جائے۔ اس بات کی شہادت قرآن حکیم کی متعدد آیات بھی دیتی ہیں کہ جب انبیائے کرام کے معجزات کا ظہور ہوتا ہے تو مشرکین اور معاندین بالعموم اسے جادو سے تعبیر کرتے ہیں، خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے حوالے سے سے قرآن حکیم نے کفار کے اس الزام اور اعتراض کا ذکر کیا ہے {وَقَالُوا إِنْ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ}[19]۔ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں کہ معجزہ اور دیگر عجائبات میں دو عظیم الشان فرق ہیں، ایک یہ کہ معجزہ براہ راست خدا کا فعل ہوتا ہے اور دوسرے عجائب امور اسباب طبعی و نفسی کے نتائج ہوتے ہیں، دوسرا یہ کہ معجزہ سے مقصود یا تو دعوت الٰہی کے دشمنوں کی ہلاکت، تبلیغ رسالت کا واشگاف اعلان اور مومنین کی حمایت اور برکت ہوتی ہے، جبکہ جادوگری کا یہ مقصد نہیں ہوتا۔ سب سے اہم بات جو نبی اور جادوگر کے درمیان فرق پیدا کرتی ہے، وہ رسول کی پاکیزہ زندگی، تزکیہ نفس اور تبلیغ شریعت الٰہی ہوتی ہے۔ نبی خیر اور نیکی کی طرف دعوت دیتا ہے اور اپنے عمل سے مجسم خیر بن کے دکھاتا ہے اور جادوگر کا ہرگز یہ مقام نہیں کہ وہ ایسے کسی اخلاق اور کردار کا مظاہرہ کر سکے[20] نہ ہی اس میں یہ قدرت پیدا ہو سکتی ہے کہ وہ تزکیہ نفس، اخلاق اور اصلاح عالم کا کام کر سکے اور کسی عمدہ بات کی طرف دعوت دے سکے، جبکہ پیغمبر کا منصب ہی یہ ہے لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ[21]۔ سید سلیمان ندوی نے سیرت النبی میں سحر اور جادو کے فرق پر آیات قرآنی کی روشنی میں مزید دلائل دیئے ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ جادو کوئی مؤثر حقیقی نہیں ہے، اور وہ سچ کے سامنے زائل ہونے والا ہے، جیسا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں کے واقعہ میں ہوا فَلَمَّا أَلْقَوْا قَالَ مُوسَى مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ إِنَّ اللَّهَ سَيُبْطِلُهُ إِنَّ اللَّهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِينَ[22]۔ اسی طرح قرآن حکیم کی رو سے صاحب معجزہ نبی اور جادوگر میں سب سے بڑا فرق فلاح اور عدم فلاح کا ہے[23]، جیسا کہ قرآن حکیم میں رہنمائی موجود ہے قَالَ مُوسَى أَتَقُولُونَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَاءَكُمْ أَسِحْرٌ هَذَا وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُونَ[24]

مولانا محمد ادریس کاندھلوی نے "سیرۃ المصطفیٰ" میں معرفت بالنبوۃ کے طریق پر کلام کیا ہے اور سید سلیمان ندوی کی ہم نوائی کی ہے کہ داعی نبوت کے اخلاق و عادات اسے خداوند ذوالجلال کی برگزیدہ اور پسندیدہ ہستی ثابت کرتے ہیں۔ اس کے برعکس جس پر خدا کا غضب ہوتا ہے اس کے اخلاق سیئہ اور اعمال بدلوگوں پر عیاں ہو جاتے ہیں اور صادق کاذب سے ممتاز ہو کر رہتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"آنحضرتؐ کی صورت اور سیرت اور ایسے بے مثال اخلاق فاضلہ اور اعمال حسنہ و جمیلہ اور آپ کے کمالات علمیہ و عملیہ ہیں... جو شخص آپؐ کی صورت اور سیرت کا مشاہدہ کرتا وہ بالبداہت اس بات کا یقین کر لیتا کہ جس ذات بابرکات میں ایسے اخلاق اور اعمال اور ایسے کمالات عملیہ جمع ہوں جو نہ کسی نے دیکھے ہوں اور نہ سنے ہوں وہ ذات بلاشبہ برگزیدہ خداوندی ہے"[25]

معجزہ کی ضرورت

1. مولانا محمد ادریس کاندھلوی رقمطراز ہیں کہ معجزہ اس خارق عادت امر کو کہتے ہیں جو مدعی نبوت کے ہاتھ پر ظاہر ہو اور کل عالم اس کے معارضہ اور مقابلہ یعنی اس کا مثل لانے سے عاجز اور درماندہ ہو تاکہ مخالفین اور منکرین پر یہ بات واضح ہو جائے کہ یہ شخص برگزیدۂ خدا ہے جس کی تائید کے لیے خداوند عالم نے غیب سے کرشمہ قدرت ظاہر فرمایا ہے اور لوگوں پر یہ بھی عیاں ہو جائے کہ یہ معجزہ نبی کا فعل نہیں اور نہ ہی سحر و کہانت سے اس کا کوئی تعلق ہے، بلکہ تائید غیبی اس کی پشت پناہی کر رہی ہے[26]
2. قرآن حکیم انبیائے کرام علیہم السلام کے معجزات کے ذکر سے پر ہے، اللہ تعالیٰ نے جب بھی کوئی رسول بھیجا تو اس کی تائید اور تصدیق کے لیے اسے معجزات کی قدرت و قوت سے نوازا، تاکہ اس کے دعویٰ کی دلیل اور عملی تصدیق بن سکے۔ ان معجزات کو" قرآن "آیات بینات"یعنی روشن دلیلوں سے تعبیر کرتا ہے۔ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں اور نبیوں کو حجت و برہان کے ساتھ مزید تائید و تقویت کے لیے معجزات عطا کیے ہیں کہ میں خدا کی جانب سے فقط "نذیر مبین" "بشیر و نذیر" اور "رسول و نبی" ہوں۔ میں نے یہ دعویٰ ہرگز نہیں کیا کہ میں کائنات خداوندی کے تصرفات و تغیرات اور ماوراء فطرت امور پر قادر ہوں ہاں خدائے برتر اگر چاہے تو وہ ایسا کر سکتا ہے اور اس نے ایسا کیا بھی ہے مگر وہ جب ہی کرتا ہے کہ اس کی حکمت و مصلحت اس کی متقاضی ہو"[27]

3. نبی کو پہچاننے کا دوسرا ذریعہ حسی اور بدیہی ہے اسے ہم معجزہ کہتے ہیں۔ معجزہ ایسی چیز ہے کہ انسان کے ظاہری حواس اس کا ادراک کرتے ہیں۔ معجزہ کا طالب یا تو وہ شخص ہوتا ہے جو عقل و فہم میں ناقص ہو، اور کلام الٰہی اور کلام بشری میں فرق و امتیاز نہ کر سکتا ہو اور نہ اسے ان امور کا ادراک و شعور ہو جو نبی کی صفات سے نمایاں ہوتے ہیں اس لیے وہ ایسی چیز کا طلب گار ہوتا ہے جس کا احساس و ادراک کسی غور و فکر کے بغیر صرف ظاہری طور پر معلوم و محسوس ہو سکے یا معجزہ وہ شخص طلب کرتا ہے جس کی طبیعت میں ضد ہو، کج بحثی کے سوا

اس کا اور کوئی مقصد نہ ہو، جیسے مشرکین مکہ نے کہا تھا کہ ہم اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک آپ ہمارے لیے زمین سے پانی کا کوئی چشمہ نہ نکال دیں۔

4. ناقص العقل لوگ ہٹ دھرمی اور ضد میں پڑ کر حیل وحجت کرتے ہیں، جواباًاللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں جس سے وہ ہمیشہ حق سے دور ہی رہتے ہیں۔ اس لیے وہ نبی سے خرقِ عادات کا مطالبہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں:

وَقَالُوا لَوْلَا يَأْتِينَا بِآيَةٍ مِّن رَّبِّهِ[28]

"اور کہتے ہیں کہ یہ ہمارے پاس اپنے خدا کے ہاں سے کوئی معجزہ کیوں نہیں لائے"

اور کبھی کہتے ہیں:

وَقَالُوا لَن نُّؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنبُوعًا ۔ أَوْ تَكُونَ لَكَ جَنَّةٌ مِّن نَّخِيلٍ وَعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْأَنْهَارَ خِلَالَهَا تَفْجِيرًا[29]

"اور کہتے ہیں کہ ہم تجھ پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک تو ہمارے لیے زمین سے کوئی چشمہ نہ نکال دے یا خود تیرے پاس کھجوروں اور انگوروں کا باغ نہ ہو جس کے درمیان تو نہر چلائے"

حقیقت یہ ہے کہ مشرکین کا ایمان لانے کے لیے معجزہ کی شرط ٹھہرانا ان کی سرکشی کے باعث ہے۔ وگرنہ جو ہستیاں براہ راست پیغمبر کے وجود سے اثر پذیر ہوتی ہیں، ان کو قبول اثر کے لیے معجزہ کی حاجت نہیں، ابو جہل معجزہ جمادات دیکھ کر بھی کافر ہی رہا اور ابو بکرؓ معجزہ معراج کی تصدیق کر کے صدیق اکبرؓ ہوئے۔ اسی طرح دیگر صحابہ کرام کے ایمان لانے کے محرکات کا سرسری جائزہ بھی یہ ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ معجزہ کا صدور دراصل ایمان والوں کے ایمان ویقین میں اضافے اور منکرین پر اتمام حجت کے لیے ہوتا ہے۔

ان خوارق ومعجزات سے کبھی مخالفین کو عاجز کرنا مقصود ہوتا ہے کبھی محض نبی کی تکریم مطلوب ہوتی ہے۔ اور کبھی اہل ایمان کو بشارت دینا اور ان کے قلوب کا اطمینان منتہائے نظر ہوتا ہے۔ کبھی یہ پیش نظر ہوتا ہے کہ لوگ سلسلہ اسباب ومسببات کو دیکھ کر کہیں اسباب ہی کو مؤثر نہ سمجھ بیٹھیں اور فاعل حقیقی محو نظر نہ ہو جائے اور کبھی مطمع نظر یہ ہوتا ہے کہ ایک جماعت کثیر کو نفع عام پہنچایا جائے۔ مختصراً کہا جا سکتا ہے کہ معجزہ دلیل ہوتی ہے نبی کے حق ہونے کی اور نبی کی ذات دلیل ہوتی ہے احکام کے حق ہونے کی۔ اس لیے احکام کو ذات کی حقانیت سے پہچانا جائے گا اور ذات کی حقانیت معجزات سے پہچانی جائے گی۔

معجزہ کی اثر پذیری

معجزات کا صدور اکثر اس طرح ہوتا ہے کہ معاندین پیغمبر کو جھٹلانے کے لیے معجزہ کا مطالبہ کرتے ہیں اور انہیں یہ یقین ہوتا ہے کہ پیغمبر اس کو پورا نہیں کر سکے گا جس سے اس کی رسوائی ہو گی اور اس کے دعویٰ کی تکذیب ہو جائے گی۔

وَقَالُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَاتٌ مِّن رَّبِّهِ قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِندَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ۔ أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ [30]

"اور وہ کہتے ہیں کہ اس پر اس کے پروردگار کی طرف سے نشانیاں کیوں نہیں اترتی ہیں کہہ دے کہ نشانیاں تو خدا کے پاس ہیں اور میں تو کھلا ڈرانے والا ہوں کیا ان کافروں کو یہ نشانی کافی نہیں کہ ہم نے تجھ پر کتاب اتاری جو ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہے"

نبوت کے یہ ظاہری آثار و علامات یعنی خارق عادات اور معجزات صرف وہ فرقہ طلب کرتا ہے جس کے دل کی آنکھیں اندھی ہوتی ہیں اور تعصب و عناد اور جہل کے باعث وہ حق کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتا لیکن جلی سے جلی اور واضح سے واضح برہان و دلیل بھی ان کے دل کے ریب اور قلب کے شک کو دور نہیں کر سکتا۔ وہ کبھی اس کو بخت و اتفاق کا نتیجہ سمجھتے ہیں کبھی اس کو سحر و جادو سمجھ کر اس کی تکذیب کرتے ہیں کبھی فریب اور قوت شیطانی کا ان کو دھوکا ہوتا ہے اس لیے معجزات سے بھی ان کو ہدایت نصیب نہیں ہوتی[31]

لیکن ان ظاہری و باطنی معجزات دیکھ کر بدبخت معاندین کے دل کی قساوت اور شقاوت دوچند ہو جاتی ہے اور وہ ان صریح دلائل و نشانات کو برملا جھٹلاتے ہیں۔ ان کے ہر طرح کے مطالبات مان کر بالآخر حجت تمام ہو جاتی ہے اور پھر طلب معجزہ کے لیے ان کے پیہم اصرار اور طلب کی کوئی پرواہ نہیں کی جاتی اور صرف عذاب الٰہی کی آخری نشانی ان کے لیے باقی رہ جاتی ہے۔ "سیرۃ النبیؐ" میں مخالفین کی طلب اور اس کے پورا ہونے پر ان کے رد عمل پر تفصیلی بحث ہے جس کا ملخص یہ ہے کہ معاندین کا معجزہ طلب فرقہ جمادات و نباتات پر انبیاء کے اثرات کا طالب ہوتا ہے اور اس کے ذریعہ قبول ایمان پر آمادگی ظاہر کرتا ہے۔ جن کے آئینہ دل پاک و صاف ہوتے ہیں وہ پیغمبر سے بلاواسطہ جمادات و نباتات اس اثر کو قبول کرتے ہیں۔ لیکن ناقصین اور معاندین کے لیے جس طرح نبوت کی تصدیق کے دوسرے دلائل بے کار ہوتے ہیں، معجزہ کی شہادت بھی عبث ہوتی ہے معجزہ طلب فرقہ شاذونادر ہی ایمان کی دولت کو پاتا ہے۔ ابو جہل معجزہ جمادات دیکھ کر بھی کافر رہا اور ابو بکر دل سے صدیق اکبر ہوئے۔ ایسے لوگ بھی تھے جو ان روحانی و عقلی معجزات کے مقابلہ میں مادی معجزات سے متاثر ہونے کی زیادہ قابلیت رکھتے تھے۔ ایک سفر میں ایک قبیلہ کی عورت آپ ﷺ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے بہتے دیکھ کر اپنے

قبیلہ میں جا کر کہتی ہے کہ آج میں نے عرب کے سب سے بڑے جادو گر کو دیکھا اور اسی استعجاب نے پورے قبیلہ کو مسلمان کر دیا[32]

یقین معجزہ کی شرائط

معجزات، دلائل، آیات اور آثار کو دیکھ کر کن لوگوں کو یقین کی قوت حاصل ہوتی ہے؟ سید سلیمان ندوی نے "سیرۃ النبی ﷺ" میں ان کے شرائط اور اوصاف قرآن پاک کی روشنی میں بیان کیے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

1۔ معجزہ پر بہ حیثیت آیت نبوت یقین کے لیے ضروری ہے کہ خدا اور غیب پر ایمان ہو۔ خدا اور غیب پر ایمان کے بغیر یقین کی قوت حاصل نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ذی شان ہے:

قُلِ انظُرُوا مَاذَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا تُغْنِي الْآيَاتُ وَالنُّذُرُ عَن قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُونَ[33]

"کہہ اے پیغمبر! غور سے دیکھو کیا کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور کچھ کام نہیں آتیں نشانیاں اور ڈراوے ان لوگوں کے جو ایمان نہیں رکھتے"

2۔ دوسری شرط یہ ہے کہ خودی اور تکبر سے دامن کو صاف رکھا جائے وگرنہ آیات و نشانات سے عبرت حاصل نہیں ہو سکتی۔ مدعیان عقل و خرد کا جذبہ انانیت عموماً ان کو داعیان حق کی آواز پر لبیک کہنے سے باز رکھتا ہے[34] اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایسے منکروں اور خود پسندوں کی نسبت اپنا فیصلہ سنا دیا ہے کہ ان کو ایمان کی دولت کبھی نصیب نہ ہو گی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

سَأَصْرِفُ عَنْ آيَاتِيَ الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَإِن يَرَوْا كُلَّ آيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوا بِهَا[35]

"ہم ان لوگوں کو اپنی نشانیوں کے سمجھنے سے پھیر دیں گے جو زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں اور اگر وہ تمام نشانیوں کو دیکھ بھی چکیں تب بھی ایمان نہ لائیں گے"

قریش کے دولت مند رؤسا اور اکابر اپنے خصومت و عناد اور خودی و خود بینی کی بناء پر ان نشانیوں سے بھی ایمان کی دولت نہ پا سکے۔ وہ تفاخر و تکبر سے کہتے تھے کہ اگر نبوت ملتی تو مکہ یا طائف کے کسی رئیس کو ملتی۔

وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هَٰذَا الْقُرْآنُ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ[36]

"اور انہوں نے کہا کہ یہ قرآن طائف یا مکہ کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں اترا"

3۔ تیسری چیز جو ان آیات اور نشانیوں سے یقین معجزہ کی صلاحیت اور استعداد پیدا کرتی ہے وہ دل کا قبول حق کی طرف میلان ہے جن کے دل انابت الٰہی اور رجوع الی الحق کی استعداد سے خالی ہوں، ان لوگوں کے نزدیک بڑے سے بڑے معجزات اور عجیب سے عجیب خوارق بھی سحر و جادو سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔

وَلَئِن جِئْتَهُم بِآيَةٍ لَّيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ أَنتُمْ إِلَّا مُبْطِلُونَ ۔ كَذَٰلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ[37]

"اور (اے پیغمبر) اگر تو ان کے پاس کوئی نشانی لائے تو وہ جو منکر ہیں کہیں گے کہ تم فریبی ہو۔ اسی طرح اللہ ان لوگوں کے دلوں پر مہر کر دیتا ہے جو علم نہیں رکھتے"

ان شرائط کی عدم موجودگی میں کوئی دلیل یقین معجزات پر آمادہ نہیں کر سکتی اور نہ ہی ان کی موجودگی میں کوئی دلیل یقین معجزات سے باز رکھ سکتی ہے[38]

آنحضرتؐ اور دیگر انبیاء کے معجزات میں اختلاف کے اسباب

آنحضرتؐ اور دیگر انبیائے کرام کے معجزات میں جو اختلاف نمایاں ہے اس کی متعدد وجوہات اور اسباب ہیں جن کو نظر انداز کرنے کی بناء پر کوتاہ بین شک وشبہات کا شکار ہوئے۔ مثلاً

1۔ اسلام نے نبوت کی تصدیق کے لیے مادی اور ظاہری معجزات کو وہ اہمیت نہیں دی ہے جو دیگر مذاہب خصوصاً عیسائیت میں نظر آتی ہے۔ بلکہ وہ انسانوں کو غور و فکر، فہم و ادراک، سوچ و سمجھ اور تدبر و تعقل کی دعوت دیتا ہے اور نبوت کی اندرونی خصوصیات اور روحانی دلائل کو ایمان و تصدیق کی بنیاد قرار دیتا ہے۔

2۔ گذشتہ انبیاء علیہم السلام کو چند محدود نشانیاں ملی تھیں اس لیے قرآن پاک میں جہاں ان آیات کا ذکر کرنا ہوتا ہے انہی چند واقعات و معجزات کو بار بار دہرانا پڑتا ہے اس کے برخلاف آنحضرتؐ کی نبوت کے دلائل و براہین اس قدر متنوع اور کثیر التعداد ہیں کہ ان کے تذکرہ کے وقت تکرار کی حاجت نہیں رہتی۔

3۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ ہر قسم کے معجزات، خوارق اور نشانیاں پیغمبر کا فعل نہیں بلکہ خدا کی قدرت اور اس کی مشیت و ارادہ سے یہ نشانیاں ظہور پذیر ہوتی ہیں اس لیے آنحضرتؐ کے آیات و دلائل بھی قدرت خداوندی سے منسوب ہو کر بیان ہوئے ہیں۔ جبکہ دیگر انبیاء کے معجزات کے تذکرہ میں ان لوگوں کا عقیدہ بھی مذکور رہے جس سے یہ مغالطہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ واقعات انبیاء علیہم السلام کے اختیار و قدرت سے ہیں۔ نیز دوسرے مذاہب کے پاس صرف ایک صحیفہ ہی ہے جس میں ان کے ربانی احکام، ان کے پیغمبروں کے اقوال، حالات، سوانح اور معجزات سب کچھ ملے جلے ہیں لیکن مسلمانوں کے پاس قرآن کے ساتھ حدیث و سنت ہے۔ قرآن میں خدائی احکام و مطالب اور حدیث و سنت میں پیغمبر کے حالات، اقوال اور معجزات مذکور ہیں اور ان دونوں کے مجموعہ کو صحیفۂ ہدایت قرار دیا گیا ہے[39]۔ ذیل میں رسول اللہ ﷺ کو عطا ہونے والے معجزات کی اقسام کا مختصر ذکر ہے۔

معجزات محمدی ﷺ کی اقسام

آنحضرتؐ کی نبوت ورسالت چونکہ دائمی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو کثیر الانواع معجزات عطا فرمائے تاکہ عالم کی ہر چیز آپ کی نبوت کی دلیل وبرہان ہوجائے اور عالم کی ہر نوع آپ کی نبوت کی شاہد ہو۔ امام بیہقی کے نزدیک آنحضرت ﷺ کے معجزات کی تعداد ایک ہزار، امام نووی کی کے نزدیک ایک ہزار دوسو اور بعض علماء کے نزدیک تین ہزار ہیں۔ بہر حال یہ معجزات لاتعداد ہیں۔ البتہ ان معجزات اور نشانات کو دو اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ایک عقلی معجزات اور دوسرے حسی معجزات[40]

1۔ معجزات عقلیہ

ان سے مراد وہ معجزات ہیں جن کے سمجھنے میں عقل درکار ہوتی ہے۔ اس قسم کے معجزات کو دانشمند اور فہیم لوگ ہی سمجھ سکتے ہیں[41] دیگر انبیاء کے معجزات مادی وظاہری اشیاء تک محدود تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو عقلی معجزات ارزانی فرمائے تھے۔ منتخب کتب سیرت کی روشنی میں ان معجزات عقلیہ کی تفصیل یہ ہے:

پہلا عقلی معجزہ- آپ ﷺ کی سیرت و کردار

آپ ﷺ کی سیرت و کردار، آپ کی صورت، سیرت، بے مثال اخلاق فاضلہ اور اعمال حسنہ وجمیلہ معجزہ ہیں۔ اہل عقل آپ کی نبوت و رسالت کی سب سے بڑی دلیل آپؐ کی سیرت و صورت کو ہی قرار دیتے ہیں۔ مولانا ادریس کاندھلوی لکھتے ہیں:

"جو شخص آپؐ کی صورت اور سیرت کا مشاہدہ کرتا وہ بالبداہت اس بات کا یقین کرلیتا کہ جس ذات بابرکات میں ایسے اخلاق اور اعمال اور ایسے کمالات عملیہ جمع ہوں جو نہ کسی نے دیکھے ہوں اور نہ سنے ہوں وہ ذات بلاشبہ برگزیدۂ خداوندی ہے جس کو حق تعالیٰ نے تمام عالم سے ایک ممتاز اور جدا صورت اور سیرت پر پیدا کیا ہے ایسے کمالات کا کسب واکتساب مجاہدہ اور ریاضت سے حاصل کرنا ناممکن ہے"[42]

دوسرا عقلی معجزہ- قرآن مجید

آنحضرتؐ کو بارگاہ الٰہی سے جو معجزات مرحمت ہوئے ان میں سب سے بڑا معجزہ قرآن مجید ہے۔ یہی وہ معجزہ ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے تحدی کی ہے اور اعلان عام کیا کہ کوئی اس کی مثال پیش کرے حتی کہ بار بار اس چیلنج میں تخفیف کے بعد اس جیسی ایک ہی بات پیش کرنے کی تحدی کی گئی اور پھر خود ہی پیشین گوئی کردی کہ دنیا ہمیشہ اس کی مثل پیش کرنے سے عاجز رہے گی- پیر کرم شاہ الازہری کے الفاظ میں:"اگر اس چیلنج کو قبول کرنا

ان کے بس میں ہوتا تو بڑی آسانی سے تین آیتوں کی ایک مختصر سورت پیش کر دیتے اور کشتوں کے پشتے لگائے بغیر اور خون کے دریا بہائے بغیر انہیں ایسی شاندار کامیابی حاصل ہوتی کہ اسلام کا آفتاب اقبال اسی وقت غروب ہو جاتا"[43] قرآن کریم کے معجزہ ہونے میں تمام مسلمان متفق ہیں البتہ اختلاف اس امر میں ہے کہ وہ کس حیثیت سے معجزہ ہے اور وجہ ایجاز کیا ہے؟ مولانا محمد ادریس کاندھلوی نے "سیرۃ المصطفیٰ" میں قرآن کریم کے معجزہ ہونے کی وجوہ میں فصاحت و بلاغت علوم، ہدایت کا جامع ہونا اور مستقبل کی پیشین گوئیوں کو بیان کیا ہے[44] پیر کرم شاہ الازہری نے مخالفین کو مثل لانے کے چیلنج سے عاجز کرنا، فصاحت وبلاغت امور غیبیہ پر آگاہ کرنا، دوسری الہامی کتب کے برعکس انبیاء کرام کے بلند کردار اور عظمت و شان کا گواہ ہونا، قرآن کریم کی ہیبت و جلال، عدم اکتاہٹ وبیزاری، حصول لطف و سرور اور اقوام سابقہ کے قصص کو قرآن کریم کی وجوہ ایجاز بتلایا ہے۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری نے "رحمۃ للعالمین" کی تیسری جلد میں خصائص القرآن کے عنوان سے قرآن کریم کی فصاحت وبلاغت، معانی عالیہ و مضامین نادرہ، تاثیر قرآن، نمونۂ تعلیم، قبولیت قرآن کو اس کی وجوہ ایجاز میں شمار کیا ہے[45] "سیرۃ النبیؐ" میں اوصاف قرآن میں مزید کچھ اوصاف کا اضافہ کیا گیا ہے جن میں یکسانی اور عدم اختلاف، تعلیم وہدایت، ایک امی کی زبان سے ادا ہونا، قوت دلائل شامل ہیں۔ غرض یہ کہ "قرآن مجید اپنی تعلیمات اور معانی کے ساتھ ساتھ اپنے الفاظ، کلمات اور عبارت میں بھی معجزہ ہے اور اس کی فصاحت وبلاغت کے معجزانہ کمال کی دوسری آسمانی کتابیں حریف نہیں بن سکتیں--- دنیا میں وحی محمدی سب سے پہلی اور سب سے آخری کتاب ہے جس نے اس حیثیت سے اپنے اعجاز کا دعویٰ کیا"[46]

آنحضرتؐ کے عقلی معجزات میں آپ ﷺ کے سیرت و کردار اور قرآن مجید کے علاوہ بشارات انبیاء سابقین، انباء الغیب اور آپ کا مستجاب الدعوات ہونا بھی شامل ہیں۔

2۔ معجزات حسیہ

معجزات حسیہ سے مراد وہ خارق عادت امور ہیں کہ جن کا ادراک حواس سے ہوتا ہے۔ ان کو مادی و ظاہری آیات ونشانات بھی کہا جاتا ہے ان معجزات کے طلب گار اکثر وہی لوگ ہوتے ہیں کہ جن کو عقلی اصول سمجھنے کا سلیقہ نہیں ہوتا یا وہ ہٹ دھرمی اور عناد کے باعث نبی کو جھٹلانے کی سعی کرتے ہیں حالانکہ ان ظاہری نشانات کو دیکھ کر کم فہم لوگ بھی سمجھ جاتے ہیں کہ ایسے عجیب وغریب خوارق کا ظہور تائید الٰہی کے بغیر ناممکن اور محال ہے۔ ان معجزات کے عنایت کرنے میں حکمت یہ ہے کہ نبی کی نبوت کا یقین ہو جائے اور یہ معجزات نبی کی

نبوت کی دلیل بن جائیں۔ جیسے معجزہ شق قمر، انگلیوں سے چشموں کا جاری ہونا، معجزات یمن و برکت، استجابت دعا، شفائے امراض وغیرہ۔

خلاصہ کلام

اردو سیرت نگاری میں انیسویں اور بیسویں صدی میں نامور سیرت نگاروں نے معجزات کے کلامی مباحث پر فلسفہ قدیمہ وجدیدہ اور شریعت کے دلائل کی روشنی میں عمدہ گفتگو کی ہے۔ سطور بالا میں ان کلامی مباحث میں سے چیدہ چیدہ امور کا مختصر تذکرہ کرنے سے قبل تمہیداً معجزہ کے لغوی اور اصطلاحی معنی پر گفتگو کی گئی ہے۔ معجزات کے فلسفہ اور دیگر مباحث مثلاً تخلیق اور وجود کائنات، خالق اور مبدا اور ظہور واقعات کے ساتھ تعلق کو واضح کرتے ہوئے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ دراصل معجزہ کے عقلی اور شرعی دلائل خدا کے وجود کے اقرار پر منحصر ہیں، نیز معجزہ کے کلامی مباحث کی ماہیت ومقام کو نبوت کے دیگر مباحث کے تناظر میں اجاگر کیا گیا ہے۔ اسلامی علم الکلام میں معجزات کے وجود سے کوئی بھی انکاری نہیں ہے، تاہم اس کو سمجھنے اور ثابت کرنے کے دلائل مختلف ہیں۔ معجزہ اور سحر کے اہم مبحث کو عقلی اور نصی دلائل سے واضح کیا گیا ہے نیز معجزہ کی ضرورت اور یقین معجزہ کی شرائط ذکر کی گئی ہیں۔ مقالہ کے اختتامی مبحث میں سیرت نگاروں کی آراء کی روشنی میں معجزات کی تقسیم کا مختصر ذکر کیا گیا ہے۔

نتائج

مقالہ کے اہم مباحث سے درج ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں:

1. سیرت نگاری میں نبوت سے متعلقہ کلامی مباحث دوسری صدی ہجری سے سیرت کے مباحث کا حصہ ہیں، جس کے لیے الگ کتب بھی لکھی گئیں اور یہ مباحث سیرت کی عام کتب میں بھی شامل رہے۔ اسی روایت کا تتبع اردو سیرت نگاری میں بھی کیا گیا ہے۔
2. اردو سیرت نگاری کی مقالہ میں شامل اہم کتب ایسے ماحول میں لکھی گئیں جب ایک طرف مستشرقین کمزور روایات، اپنے عقلی دلائل اور خود ساختہ نتائج کی روشنی میں صاحب سیرت علیہ السلام کی ذات اور منصب و پیغام پر حملہ آور ہوئے اور دوسری طرف مادیت اپنے منطقی دلائل کی روشنی میں نبوت و وحی کی حقیقت کے خلاف فضا بنا رہی تھی۔ ایسے ماحول میں پیش نظر کتب سیرت کا زیادہ زور عقلی اور منطقی دلائل سے اثبات نبوت اور خاص طور پر معجزۃ کی حقیقت کے من جانب اللہ ہونے پر رہا ہے۔

3. اردو سیرت نگاروں نے جہاں معجزات کو بیانیہ انداز میں اپنی کتب میں جگہ دی وہاں معجزہ کی ضرورت و اہمیت، اس کی ماہیت، معجزہ اور سحر میں فرق، معجزہ کے دلیل نبت ہونے یا نہ ہونے اور یقین معجزہ کی شرائط پر جو گفتگو کی ہے وہ اپنے وقت کی ضرورت کی کفایت کرنے والی اور مزید مطالعات کی راہ ہموار کرنے والی ہے۔
4. اردو سیرت نگاروں کی اکثریت کا نقطہ ارتکاز آنحضور کے عقلی معجزات، جن میں قرآن حکیم اور آپ کی سیرت طیبۃ شامل ہے، کے اثبات پر رہا ہے اور انہوں نے حسی معجزات کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے، اپنے کلامی مباحث میں نسبتاً کم جگہ دی ہے۔

سفارشات

نفس مضمون، مقالہ کے متن اور نتائج کی روشنی میں معجزات اور سیرت کے دیگر کلامی مباحث کا کامل و شامل مطالعہ کے لیے جامعاتی سطح پر ایک " کلامیات سیرت چیئر" کی سفارش کی جاتی ہے تا کہ مابعد الطبیعاتی وماوراء الطبیعات افکار کا سیرت کی روشنی میں جائزہ لے کر جدید نسل کی رہنمائی کا مواد فراہم کیا جاسکے۔

References

[1]۔ لوئس معلوف، **المنجد** (مترجم: عبدالحفیظ بلیلاوی)، لاہور، عبداللہ اکیڈمی، ص:۴۸۸

Loīs Malūf, al- Munjad, tr: Abdul Hafeez Balyāvi, (Lahore, Abdullah Academy), 288

2۔ راغب اصفہانی، ابوالقاسم حسین بن محمد، **مفردات القرآن**، دمشق، بیروت، دارالقلم، الدارالشامیہ، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۱۲ھ، ص:۱/ ۵۷۴

Ragāb Asfahāni, Abū al-Qasim Hussain Bin Muhammad, *Mūfradāt al-Qūran*, (Berūt:Dār al-Qalam,1312H),Ed.1st , 574/1

[3]۔ عیاض مالکی، **الشفاء**، بیروت: دارلنشر، ت۔ن، ص:۱/ ۲۵۲

Qādhi Ayaz Mālki, Kī tāb al-Shīfa(Berūt: Dār al- Nāshār), 252/1

[4]۔ کاندھلوی، مولانا محمد ادریس، **سیرۃ المصطفیٰ**، لاہور، ادارہ اسلامیات، ربیع الاول ۱۴۳۰ھ / مارچ ۲۰۰۹ء، ص:۴/ ۱۰۸۴

Kāndhālvi, Molānā Muhāmmad Īdrīs , *Sīrat al- Mūstafā* (Lāhore, Idarā Islāmiāt,2009), 1082/4

[5]۔ الازہری، پیر محمد کرم شاہ، **ضیاء النبی**، لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۲۰۱۵ء، ص:۵/ ۶۰۱

al- Azhari, Pīr Muhāmmad Karam Shāh, *Ziā al- Nābi*(Lāhore, Ziā al-Qūran Pūblications,2015)615/1

[6]۔ شبلی نعمانی وسلمان ندوی، **سیرت النبی ﷺ**، لاہور، ادارہ اسلامیات، ۱۴۲۳ھ / ۲۰۰۱ء، ص:۳/ ۲۱-۲۲

Nūmani, Shibli & Nadvi , *Sīrat al- Nābi*, (Lāhore, Idarā Islāmiāt,2001), 3/21-22

[7]۔ منصور پوری، **رحمۃ للعالمین**، کراچی، دارالاشاعت ، دسمبر ۲۰۱۴ء، ص:۳/۵۹۶

Mansūr Pūri, *Rāhmatū lil Aālmīn* (Karāchi, Dār al-Ashāt, 2014), 596/3

[8]۔ حم سجدہ:۴۱/ ۳۷ — Al-Qūrān al- Hakīm, 41:37

[9]۔ الروم:۳۰/ ۲۰ — Al-Qūrān al- Hakīm, 30:20

[10]۔ البقرۃ:۲/ ۱۶۴ — Al-Qūrān al- Hakīm, 2:164

[11]۔ منصور پوری، **رحمۃ للعالمین**، ص:۳/ ۵۹۸

Mansūr Pūri, *Rāhmatū lil Aālmīn*, 598/3

[12]۔ ندوی، **سیرۃ النبی** (مقالہ: معجزات اور فلسفہ جدیدہ از مولانا عبدالباری ندوی)، ص:۳/ ۱۲۴

Nadvi, **Sīrat al- Nābi** , article: Mūjazāt and Falsafā Jadīdah by Molāna Abdūl Bāri Nadvi, 3/124

[13]۔ ندوی، **سیرۃ النبی**، ص:۳/ ۴۷ — Nadvi, Sīrat al- Nābi, 27/3

[14]۔ ایضاً، ص:۳/ ۲۷ — Ibid

[15]۔ الازہری، **ضیاء النبی**، ص:۵/ ۶۹۶-۶۹۷

al- Azhari, *Ziā al- Nābi*, 696-697/5

[16]۔ کاندھلوی، **علم الکلام**، کراچی، زمزم پبلشرز، ۲۰۱۲ء، ص:۲۶۸

Kāndhalvi, *Ilmūl Kalām*,(Karāchi, Zām Zām Publishers, 2012), 268

[17]۔ ندوی، **سیرۃ النبیؐ**، ص:۳/ ۵۵ — Nadvi, *Sīrat al- Nābi*, P.55/3

[18]۔ مریم:۱۹/ ۲۱ — Al-Qūrān al- Hakīm, 19:21

[19]۔ الصافات:۳۷/ ۱۵ — Al-Qūrān al- Hakīm, 37:15

[20]. ندوی، **سیرۃ النبیؐ**، ص:۳/ ۷۴ — Nadvi, Sīrat al- Nābi, 74/3

[21]. آل عمران:۳/ ۱۶۴ — Al-Qūrān al- Hakīm, 3:164

[22]۔ یونس:۱۰/ ۸۱ Al-Qūrān al- Hakīm, 10:81

[23]۔ ندوی، **سیرۃ النبی**، ص:۳/ ۲۰۵ Nadvi, Sīrat al- Nābi, 205/3

[24]۔ یونس:۱۰/ ۷۷ Al-Qūrān al- Hakīm, 10:77

[25]۔ کاندھلوی، **سیرۃ المصطفیٰ**، ص:۴/ ۱۰۷۴

Kāndhālvi, Molānā Muhāmmad Īdrīs , *Sīrat al- Mūstafā*, 1074/4

[26]۔ ایضاً، ص:۴/ ۱۰۸۴ Ibid

[27]۔ سیوہاروی، محمد حفظ الرحمٰن، **قصص القرآن**، کراچی، دار الاشاعت، ۲۰۰۲ء، ص:۴/ ۵۹

[28]۔ طٰہٰ:۲۰/ ۱۳۳ Al-Qūrān al- Hakīm, 20:133

[29]۔ بنی اسرائیل:۱۷/ ۹۰-۹۱ Al-Qūrān al- Hakīm, 17:90-91

[30]۔ العنکبوت:۲۹/ ۵۰-۵۱ Al-Qūrān al- Hakīm, 29:50-51

[31]۔ ندوی، **سیرۃ النبی**، ص:۳/ ۱۴۳ Nadvi, Sīrat al- Nābi, 143/3

[32]۔ ایضاً، ص:۳/ ۷۵-۷۹ Ibid

[33]۔ یونس:۱۰/ ۱۰۱ Al-Qūrān al- Hakīm, 10:101

[34]۔ کاندھلوی، **سیرۃ المصطفیٰ**، ص:۴/ ۱۰۷۳

[35]۔ الاعراف:۷/ ۱۴۶ Al-Qūrān al- Hakīm, 10:46

[36]۔ الزخرف:۴۳/ ۳۱ Al-Qūrān al- Hakīm, 43:31

[37]۔ الروم:۳۰/ ۵۸-۵۹ Al-Qūrān al- Hakīm, 30:58- 59

[38]۔ ندوی، **سیرۃ النبی**، ص:۳/ ۱۸۲-۱۸۴

Nadvi, *Sīrat al- Nābi*, 182-184/3

[39]۔ ایضاً، ص:۳/ ۲۷۹-۲۸۰ Ibid,279-280/3

[40]۔ کاندھلوی، **سیرۃ المصطفیٰ**، ص:۴/ ۱۰۷۵

Kāndhālvi, Molānā Muhāmmad Īdrīs , *Sīrat al- Mūstafā*, 1075/4

[41]۔ ایضاً Ibid

[42]۔ ایضاً، ص:۴/ ۱۰۷۶ Ibid, P 1075/4

[43]۔ الازہری، **ضیاء النبیؐ**، ص:۵/ ۶۱۹

al- Azhari, *Ziā al- Nābi*, P.619/5

[44]۔ کاندھلوی، **سیرۃ المصطفیٰ**، ص:۴/ ۱۰۸۵-۱۰۸۸

Kāndhālvi, *Sīrat al- Mūstafā*, 1085-1088/4

[45]۔ منصور پوری، **رحمۃ للعالمین**، ص:۳/ ۶۶۷-۶۹۲

Mansūr Pūri, *Rāhmatūlīl Aālmīn*, 667-692/3

[46]۔ ندوی، **سیرۃ النبیؐ**، ص:۳/ ۲۹۲ Nadvi, *Sīrat al- Nābi,* P.292/3